قرآن کریم کا اسلوب
اور
اعجاز

پروفیسر نثار احمد فاروقی

اسلامک بک فاؤنڈیشن

205
2000

قرآن کریم کا اُسلوب

اور

اِعجاز

پروفیسر نثار احمد فاروقی

Donated By
Dr. RAJ BAHADUR GOUR

اسلامِک بُک فاؤنڈیشن
۱۷۸۱-حوض سوئی والان، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

(C) پروفیسر نثار احمد فاروقی

QUR'AN - E - KARIM KA USLOOB AUR E'JAZ
By Professor Nisar Ahmed Faruqi
University of Delhi
Published By
ISLAMIC BOOK FOUNDATION
1781, Hauz Suiwalan, New Delhi - 110002

نام کتاب ـــــــــ قرآن کریم کا اسلوب اور اعجاز
مصنف ـــــــــ پروفیسر نثار احمد فاروقی
پرنٹر، پبلشر ـــــــــ اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی ۲
مطبوعہ ـــــــــ روبی پرنٹنگ پریس دہلی
کتابت ـــــــــ الیاس عنایتی رامپوری
جولائی ـــــــــ سنہ ۱۹۹۷ء
قیمت ـــــــــ 6/-

Donated by
Dr. RAJ BAHADUR GOUR

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کریم کا اُسلوب اور اعجاز

الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم محمد المصطفیٰ خاتم النبیین وعلیٰ آلہ الطاہرین واصحابہ الراشدین ہ

صدر محترم، خواتین وحضرات

یہ بہت ہی مبارک دن ہے، مسعود ساعت ہے کہ ہم سب یہاں قرآن مجید و فرقان حمید کے موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں. قرآن ہماری زندگی کا ایک حصہ ہی نہیں، ہماری پوری زندگی ہے. یہ خود ایک زندہ کتاب ہے جو ہمیں زندہ رہنا سکھاتی ہے، اچھی صاف ستھری پاکیزہ اور پسندیدہ زندگی کے آداب و قواعد بتاتی ہے. یہ کتاب مقدس ہماری سچی خیر خواہ اور بہترین رہبر ہے اس سے ہمیں زندگی کے مادی اور روحانی دونوں پہلو سنوارنے کے لیے ہدایت ملتی ہے. یہ علوم کا خزانہ ہے، شریعت کا سرچشمہ ہے، اخلاقی امراض اور روحانی بیماریوں کا بے خطا علاج ہے. اس سے ایک عام اور نہایت معمولی انسان بھی فیض پا سکتا ہے اور یہ بڑے بڑے علماء، فقہا، حکماء اور فلاسفہ کے لیے بھی ایک ایسا حیرت زار ہے جس کی بیکراں پہنائیوں میں پچھلے ڈیڑھ ہزار برسوں سے ہزاروں مفسرین اپنی عاجزی اور درماندگی کا اعتراف کر کے چلے گئے. دنیا کے ہر قانون میں کبھی نہ کبھی ترمیم، اصلاح اور اضافے کا عمل کرنا ہی پڑتا ہے مگر یہ ابدی قانون ہے جس میں کوئی کھوٹ نہیں، کسی تبدیلی کی حاجت نہیں، جس کے قانون کو اس سے بہتر قانون سے بدلنا ممکن نہیں. یہ آخری آسمانی صحیفہ ہے، اور اس دعوے کی صداقت کے لیے یہی ایک بات کافی

ہے کہ آج تک دوسرا کوئی الہامی صحیفہ پیش نہیں کیا جا سکا، جنھوں نے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا وہ سب ملیا میٹ ہو گئے، جنھوں نے اپنی تصانیف کو فرمانِ خداوندی کہہ کر دنیا کے سامنے رکھا، وہ خود رُسوا ہو گئے اور وقت کے سیلاب میں کھو گئے۔

قرآن کریم کا ایک ایک لفظ سچا ہے، اس میں حکمت و موعظت ہے، غیب کی خبریں ہیں، شریعت کے قوانین ہیں، یہ ہمیں سلسلۂ انبیاء کی خبر دیتا ہے، گذرے ہوئے رسولوں کی تصدیق کرتا ہے، اُن پر ایمان رکھنا ہمارا فرض بتاتا ہے، عیسائی مذہب کے ماننے والے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت سے انکار کر کے بھی عیسائی رہتے ہیں۔ دینِ موسوی کے ماننے والے یہودی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ نبوّت کو نہ پہچان کر بھی یہودی رہتے ہیں، مگر قرآن کریم کو آسمانی صحیفہ ماننے والا کوئی مسلمان اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر نہ مانے تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔

قرآن کریم میں سب انبیاء اور رسولوں کا ذکر نہیں، مگر جن کا نام نہیں آیا ہے، ایمان اُن پر لانا بھی واجب ہے۔ قرآن نے واضح الفاظ میں کہا ہے: لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (ہر قوم میں ہدایت دینے والے بھیجے گئے ہیں) اور یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ہم نے کچھ پیغمبروں کا ذکر کیا ہے، کچھ وہ بھی ہیں جن کا ذکر نہیں کیا۔

اسی طرح قرآن کریم سب آسمانی کتابوں کا تصدیق کرنے والا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے واجب ہے کہ وہ انجیل اور توراۃ کو بھی اللہ کی کتاب مانے۔ مگر ہوا یہ ہے کہ اِن آسمانی صحیفوں کے اصل نسخے ناپید ہو گئے۔ اب جو ہیں وہ ترجمہ در ترجمہ ہیں۔ اُن کے بھی Revised Versions آتے رہے ہیں۔ خود ان کتابوں کے ماننے والے یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ اِن میں تحریف اور ردّ و بدل ہوا ہے، اس کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

ان قدیم آسمانی صحیفوں کے لیے آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہزاروں برس گذر گئے، کتنی سیاسی آندھیاں چلیں، کتنے انقلاب آئے، کتنی جنگیں ہوئیں، کتنی ہجرتیں ہوئیں، اُس زمانے میں نہ کاغذ تھا نہ پریس

تھے۔ نہ اُمی جمی زندگی تھی، اُس اُتھل پُتھل میں وہ اصلی صحیفے غائب ہو گئے بلکہ وہ زبانیں بھی ختم ہو گئیں جن میں وہ نازل ہوئے تھے۔

مغرب کے کھوج لگانے والے عالموں نے ارضِ بائبل یعنی فلسطین میں بڑے پیمانے پر کھدائیاں کیں اور زمین کے طبقوں سے بہت کچھ اُگلوالیا تاکہ وہ عہدِ بائبل کی ذرا روشن تصویر تیار کر سکیں۔ ان Excavations کے نتیجے میں انھیں کچھ الواح یعنی Baked Briks اور پتھر کے ٹکڑے بھی ملے جن میں عبارتیں کندہ کی ہوئی ہیں، اگر وہ زبان اور رسم الخط قطعاً ناپید ہو چکے ہیں۔ درجنوں اسکالرز نے برسوں محنت کر کے اُن مُردہ زبانوں کے حروفِ تہجی ترتیب دیے، اس زبان کے قواعد یعنی Grammar کی تشکیلِ نو کی، اُن کی لغت Glossary بنائی اور یہ کام ہنوز جاری ہے۔

اُس عہد کی کچھ الواح برٹش میوزیم میں بھی رکھی ہوئی ہیں اور اُن کے Description Notes میں یہ بتایا گیا ہے کہ اُن کا زمانہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے کتنا پہلے کا ہے۔ مجھے اُن تختیوں پر کندہ عبارتوں کو دیکھ کر فوراً عربی کا محاورہ "کالنقش فی الحجر" یاد آیا جسے ہم اردو میں پتھر کی لکیر کہتے ہیں۔ اگر کوئی بات اٹل ہو، ناقابلِ ترمیم و تبدیل ہو تو اُسے کالنقش فی الحجر کہا جاتا ہے۔ پھر فوراً یہ خیال آیا کہ آج سے چار پانچ ہزار سال پہلے بھی انسان اتنا باشعور ہو چکا تھا کہ جن باتوں کو وہ محفوظ رکھنا چاہتا تھا انھیں پتھر پر کندہ کر لیتا تھا۔ جیسے ہمارے ملک میں اشوک نے چٹانوں پر اور فولادی ستونوں پر ہدایت و ارشاد کے کلمات کندہ کرا دیے تھے۔ اتنی صلاحیت ہونے کے باوجود بائبل اور توراۃ کی اصلیں کیوں محفوظ نہ رہ سکیں؟

اب قرآن کریم کو دیکھیے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ. (الحجر: ۹)

"یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"

عربوں کی بیشتر آبادی بدوؤں کی تھی۔ احشاء یعنی Interior میں رہتے تھے۔ وسائلِ حیات مفقود

Donated By
Dr. RAJ BAHADUR GOUR

تھے۔ پانی بھی حوضوں میں جمع کر کے اُس پر مسلح پہرہ دیا جاتا تھا۔ اونٹ، بکری اور دوسرے مویشی اُن کے رفیق تھے۔ یہی اُنھیں غذا فراہم کرتے تھے۔ جہاں پانی اور چارے کی کمی ہو جاتی تھی وہ علاقہ چھوڑ کر دوسرے علاقے کی تلاش میں نکل جاتے تھے۔ شہری زندگی بہت مختصر تھی، بدویانہ طرزِ حیات تھا، ایک دوسرے کا مال لوٹ کر بھی اپنا کام چلاتے تھے، ایک بہتی ہوئی رواں دواں اور اُٹھاؤ زندگی تھی، لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا، کتابیں ابھی وجود میں نہ آئی تھیں، کاغذ کے نام سے بھی آشنا نہ تھے، تعلیم کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں تھا۔ بس لے دے کے اُن کی شاعری تھی وہ بھی قوم و قبیلے کے مفاخر اور کارناموں یا دوسرے قبائل کی ہجو سے جُڑی ہوئی تھی اور زبانی روایت سے زندہ تھی۔

اس ماحول میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے نَنھے پلے بڑھے، یتیم و یسیر تھے، ماں باپ کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ چکا تھا، دادا نے اور چچا نے پالا پوسا، تعلیم حاصل نہ کر سکے، لکھنا بھی نہیں جانتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعلان ہوا تو قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تیرہ برس مکّی زندگی میں اور دس برس مدنی زندگی میں قرآن کریم کا نزول ہوتا رہا۔ دونوں شہروں کے حالات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ قرآن کریم کی بعض آیات کسی خاص واقعے سے متعلق نازل ہوئیں، بعض میں عام ارشاد و ہدایت تھی، ان سب کیفیات کو ہمارے علما نے شانِ نزول کی بحث میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپ مختلف اصحاب سے وحی کی کتابت کراتے رہے، جتنا قرآن نازل ہوتا تھا خود بھی تلاوت فرماتے تھے اور آپؐ کے اصحاب بھی پڑھتے تھے، بلکہ شروع سے وہ لکھا بھی جا رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، نے قرآن کی ستر سورتیں لکھ رکھی تھیں اور وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کر اُن کی تصدیق حاصل کر لی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کے عہدِ خلافت میں بھی قرآن لکھا ہوا اور بین الدفتین (مجلّد) موجود رہا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، نے اُمت کو ایک قراءت پر جمع کرنے کے لیے اس کی تدوین کرائی۔ وہ مصحفِ عثمانی آج بھی تاشقند کے

Donated By
Dr. RAI BAHADUR GOUR

میوزیم آف ہسٹری میں محفوظ ہے۔

کچھ اسلام دشمن مغربی اسکالرز نے اپنے صحائف میں تحریف کا الزامی جواب دینے کے لیے جرمنی میں ایک ادارہ قائم کیا، ساری دنیا سے قرآن کریم کے پچاس ہزار سے زائد قلمی نسخے جمع کیے اور نہایت دیدہ ریزی سے اُن کا مقابلہ شروع کیا کہ کہیں کوئی اختلاف، کوئی تحریف، کوئی اضافہ ہاتھ آجائے تو اُس کا خوب ڈھنڈورا پیٹا جائے۔ مگر سوائے مایوسی اور شرمندگی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔

دیکھیے قرآن کریم کا دعویٰ کتنا بلند بانگ اور کتنا سچا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ٥ (۱۵: ۹) اور یہی کیا؟ قرآن کا کون سا بیان، کون سا دعویٰ ایسا ہے جسے کوئی جھٹلا سکے اور جسے وقت نے سچا ثابت نہ کیا ہو۔ قرآن کریم ایک بار نہیں بار بار کہتا ہے، واضح اور چیلنج کے انداز میں کہتا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. (البقرہ ۲۳)

(اے نبی کہہ دیجیے) ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر نازل کیا ہے اگر اس میں تمہیں شک ہے تو اس جیسی ایک ہی سورہ گھڑ کر لے آؤ اور (فیصلہ کرنے کے لیے بھی) اپنے ہی ججوں کو بلا کر دکھا لو، اگر تم سچے ہو"
اس چیلنج کو بار بار دہرایا گیا ہے:

قُلْ: لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ٥ (الاسراء: ۸۸)

"اے نبی کہہ دیجیے اگر سارے انسان اور جنات بھی جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کا جواب پیدا کرلیں تو اس جیسا نہ لا سکیں گے چاہے ایک دوسرے کی کتنی ہی مدد کرے۔"

یہ چیلنج اُس معاشرے میں اور اُس ماحول میں ہو رہا ہے جس کے باسیوں کی گھٹی میں فصاحت و بلاغت پڑی تھی۔ جو اپنے سوا دوسروں کو عجم یعنی گونگا سمجھتے تھے، جن کے شعرا ایک سانس میں پورا قصیدہ کہہ

ڈالتے تھے کسی نے بھی یہ جرأت نہ کی کہ اس چیلنج کو قبول کر لیتا، اور ایک چھوٹی سی سورۃ ہی تصنیف کر کے دکھا دیتا۔ زمانۂ جاہلی کے ماحول میں شعراء کی بڑی قدر تھی انھیں اپنے قبیلے کی عزّت و وقار کا رکھوالا اور ناطق لسان یا ترجمان سمجھا جاتا تھا اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ایک جن شاعر کے تابع ہو جاتا ہے، وہ Spokesman اشعار موزوں کرا دیتا ہے، اسی لیے قرآن نے کہا:

لَوِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ

"انسان ہی نہیں جنات بھی مل کر کوشش کر دیکھیں"

شاعر ہونا بڑے فخر کی بات تھی، مگر قرآن نے کہا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ (یٰس: ۶۹)

"ہم نے انھیں شعر کہنا نہیں سکھایا اور انھوں نے بھی اس کی خواہش نہیں کی"

شاعر تو خیالی دنیا میں رہتے ہیں، اِدھر اُدھر کی ہانکتے ہیں، کوئی بات حکمت و موعظت کی اُن کی زبان سے نکل سکتی ہے، مگر وہ تو کبھی رزم میں ہیں، کبھی بزم میں، کبھی محبوب کے کوچے کی خاک اُڑا رہے ہیں، کبھی کسی کی مدح میں نقدِ سخن لُٹا رہے ہیں، کبھی کسی کے ماتم میں آنسو بہا رہے ہیں، کبھی ہجو لکھ کر کسی کی پگڑی اُچھال رہے ہیں، قرآن حکیم جیسی ایک آیت بھی لکھنا اُن کے بس کی بات نہیں، اُن کی پیروی بھی کون کرتا ہے؟

وَالشُّعَرَاۗءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ (الشعراء: ۲۲۴)

یہ بھی قرآن کریم کا زندۂ جاوید معجزہ ہے کہ اُس کی زبان، بیان، محاورہ، ترکیب، قواعد، سب آخری سند ہیں۔ قرآن سے سند لی جاتی ہے۔ قرآن کو کسی سند کی ضرورت نہیں۔

فصاحت، بلاغت، سلاست، صنائع اور بدائع میں بھی قرآن آخری سند ہے، اُس نے جس بات کو جن لفظوں میں بیان کیا ہے، اُن لفظوں اور اُس اُسلوب سے بہتر کوئی اُسلوب ممکن نہیں۔ چند مثالیں

دینا چاہتا تھا۔ پھر یہ خیال آیا کہ پورا قرآن، اُس کا ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف اِس کی مثال ہے۔ سورۂ فاتحہ ہی کو لیجیے۔ علما نے کہا ہے کہ قرآن میں دس موضوعات ہیں، اُن میں سے آٹھ سورۃ الفاتحہ میں موجود ہیں صرف جہاد اور احکام شرع اس میں نہیں۔

قرآن کریم کا اعجاز یہ بھی ہے کہ یہ نہ نظم ہے نہ نثر ہے، اِس کا اپنا ہی اُسلوب ہے۔ اس انداز و اسلوب کی کوئی کتاب نہ اس سے پہلے موجود تھی نہ آج ہے نہ کل ہو سکے گی۔ اس میں موسیقی نہیں ہے مگر اس کی ترتیل و تجوید کا بھی منفرد انداز ہے، دنیا کی کوئی کتاب ایسے پُر اثر، کیف آگیں، روح پرور اور وجد آور انداز میں نہیں پڑھی جاتی۔ اِس کے مضامین بھی سدا بہار ہیں، اسے ساری عمر پڑھتے رہیے، اس کی تازگی، شادابی، وجد انگیزی اور تاثیر میں کبھی کمی محسوس نہیں ہوتی۔

قرآن کریم میں سجع نہیں ہے، یہ کاہنوں کا طریقہ تھا، اِس میں کہیں قافیہ ضرور ہے مگر اس سے آہنگ اور Rythm پیدا ہوتا ہے، وہ شاعری نہیں بنتا۔ جیسے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (۹۴: ۱-۴)

ترنم اور موسیقیت بلکہ لہجے کی حد درجہ موزونیت کے لیے پوری سورۂ رحمٰن کی تلاوت کر لیجیے۔

قرآن کے الفاظ کہیں نرم ہیں کہیں گرم ہیں، کہیں بشارت دیتے ہیں، کہیں عذاب آخرت سے ڈراتے ہیں، کہیں ان میں جلال ہے جیسے فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰاهَا۔[1] کہیں نہایت شیریں اور شفقت سے بھرپور لہجے میں خطاب کرتے ہیں جیسے: يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي[2] کہیں پورا جہانِ معنی ایک ہی لفظ میں سمٹ آیا

---

[1] سورۃ الشمس: ۱۴ [2] سورۃ الفجر: ۲۸

Donated By
Dr. RAJ BAHADUR GOUR

ہے۔ جیسے:

وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا (التوبہ: ۴۰)

"اور اللہ ہی کا بول بالا ہے۔"

قرآن کا منطقی استدلال بھی ایسا مستحکم اور فہم انسانی سے قریب ہے کہ عقل سلیم اس پر غور کرے تو اس کی تردید کی جرأت نہیں کر سکتی۔ جیسے:

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ؟ (یوسف ۳۹)

قرآن کریم تاریخ کی کتاب نہیں، مگر اس نے عبرت کے لیے پرانی قوموں کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے بعض کے بارے میں ہمیں کچھ آثار و شواہد ملے ہیں اور وہ سب قرآن کے بیان کی تائید ہی کرتے ہیں۔ ابھی دو تین سال قبل عمان اور نجد کے درمیان ربع الخالی کے کنارے پر وہ جگہ بھی دریافت ہو گئی جسے قرآن نے ارم ذات العماد کہا ہے، ۶۵-۷۰ سال قبل محکمہ آثار قدیمہ کے ایک ڈپٹی ڈائرکٹر نے عمان میں وہ غار دریافت کیا جس میں اصحاب کہف روپوش ہوئے تھے، وہاں ایک بڑے بورڈ پر وہ سب آیات لکھ دی ہیں جو قرآن میں اصحاب کہف کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور پھر لکھا ہے کہ دیکھ لیجیے یہ سب آیات اس مقام پر صادق آ رہی ہیں، اور واقعی ایسا ہی ہے۔ فرعون موسیٰ کے لیے قرآن نے اشارہ کیا ہے کہ اس کو ہم نمونہ عبرت بنا کر رکھیں گے، اُس کی لاش برآمد ہو گئی، اور وہ آج بھی موجود ہے، روم کے لیے قرآن نے کہا:

غُلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۝ (الروم: ۲-۳)

ارض کا آخری حرف ض ہے جس کے عدد ۸۰۰ ہوتے ہیں اور وہ ۸۰۰ھ میں فتح کر لیا گیا۔

قرآن کریم سائنس کی کتاب نہیں، مگر سائنس اس کے کسی قول کی تردید نہیں کر سکی۔ انسان کی پیدائش کا جو فطری عمل قرآن نے اپنے انداز میں بیان کر دیا ہے سائنس اُس کی تائید، تشریح اور تفسیر

کر رہی ہے۔ اس موضوع پر موریس بوکائے کی کتاب "قرآن، بائبل اور سائنس" پڑھ کر دیکھ لیجیے۔

اجرامِ سماوی، شمس و قمر اور دوسرے ستاروں کے بارے میں قرآن نے جو کچھ کہا ہے آج کے ماہرینِ فلکیات بھی اپنا سر کھپانے کے بعد اُسی نتیجے پر پہنچ رہے ہیں۔ اتنی لامحدود کائنات کے اربوں کھربوں ستاروں کو اللہ نے اپنے حکم سے صرف کشش کی ایک ڈوری میں باندھ رکھا ہے، ایک دن اُسی کے حکم سے یہ ڈوری ٹوٹ بھی جائے گی۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝[1] کا منظر ہو کر رہے گا۔

انسان کیسا مغرور، بد دماغ، سرکش اور غافل ہے مگر دیکھیے اس کی زندگی بھی ہوا کے ڈورے پر چل رہی ہے۔ وہ عدمِ محض تھا، پانی کا ایک قطرہ تھا اُسے مختلف مدارج سے گذار کر انسان بنا دیا، اُس کی ساری تگ و دو تحقیق اور ریسرچ بھی ایک دانت ٹوٹ جائے تو دوسرا ویسا ہی اُگا نہیں سکتی، ایک ناخن جھڑ جائے تو اس کی جگہ دوسرا ناخن لگا نہیں سکتی، قرآن کہتا ہے جس نے تمہیں یہ زندگی دی ہے: اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْـيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ[2] جس نے عدم کو وجود دیا ہے وہی وجود کو عدم کرے گا اور عدم سے پھر وجود میں لائے گا۔

قرآن فلسفے کی کتاب نہیں ہے۔ مگر فلسفے میں ہے کیا؟ وجود کی بحث، حیات و کائنات کا تجزیہ، اسباب و علل کی جستجو ؎

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں

ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

ملے کیسے؟ خدا تو ہماری رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝[3] وہ ہر طرف ہے فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۝ (البقرۃ: ۱۱۵)

---

[1] سورۃ التکویر: ۱-۳ [2] سورۃ القیامۃ: ۴۰ [3] سورۃ ق ۱۶

قرآن نے فلسفے کے دقیق ترین مسائل کو بھی ایسے بیان کر دیا ہے کہ فلاسفہ یا تو اپنی بھول بھلیوں میں کھوئے رہیں گے یا اگر ایمان کی روشنی میں دیکھیں گے تو فلسفی سے عارف باللہ ہو جائیں گے۔

قرآن طب کی کتاب بھی نہیں، مگر اس کے لفظوں میں اللہ نے شفا رکھی ہے۔ ڈیڑھ ہزار برس میں کروڑوں انسانوں نے اُس کی آیات کا ورد کر کے، یا اُنھیں تعویذ کے طور پر استعمال کر کے اس کی برکت کا تجربہ اور مشاہدہ کیا ہے۔ کسی بزعمِ خویش "روشن خیال" شخص نے ایک درویش کے سامنے اپنا یہ "روشن خیال" ظاہر کیا کہ وظیفے اور تعویذ وغیرہ میں کچھ نہیں، یہ سب سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنا کر ٹھگنے کی باتیں ہیں۔ اُس درویش نے نہایت متانت اور نرمی سے کہا:

"چونکہ آپ گدھے ہیں اس لیے آپ اسے سمجھ نہیں سکتے"۔ یہ بات سُن کر اعتراض کرنے والے کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ دل ہی دل میں سخت رنجیدہ ہوا کہ انھوں نے مجھے گدھا بنا دیا۔ درویش اُس کے چہرے کو دیکھتے رہے، پھر گویا ہوئے: "اللہ نے بے شمار مخلوقات پیدا کی ہیں، ان میں ایک ادنیٰ اور مسکین سی مخلوق گدھا بھی ہے، اُس کا میں نے نام لیا تو ابھی آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، اِس سے سوچ لو کہ خالق کے نام میں کس غضب کی تاثیر ہوگی!"

یہ بھی قرآنی معجزہ ہے کہ اُس کے الفاظ میں بجلی سی بھر دی ہے، کوئی صاحبِ دل اہلِ نظر بتانے والا ہو اور کوئی اللہ پر سچا بھروسا رکھنے والا مخلص عامل ہو تو ممکن ہی نہیں کہ الفاظِ قرآن کی قوت تشفائیہ اپنا کام نہ کرے۔

قرآن کتابِ قانون ہے، صحیفۂ شریعت ہے اس میں بچے کی ولادت سے لے کر جوانی، بڑھاپے اور پھر موت تک ہر منزل اور ہر مرحلے کے آدابِ زندگی سکھائے ہیں۔ علم حاصل کرنے کی ترغیب ہے کائنات پر غور و فکر کرنے کی تاکید ہے، تجارت کے اُصول ہیں، نکاح و طلاق کے مسائل ہیں، اچھا معاشرہ بنانے اور حسنِ سلوک کی تعلیم ہے، اپنی حقیقت کو پہچانو، اکڑ فوں مت دکھاؤ، گھمنڈ نہ کرو، کسی

کا حق نہ مارو، مساکین اور محرومین کا خیال رکھو، اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرو، پڑوسی کے دکھ سکھ میں شریک رہو، امانت میں خیانت نہ کرو، اصلاح کے نام پر فساد نہ پھیلاؤ، حق و انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دو چاہے اُس کی زد تمہارے کسی رشتہ دار پہ ہی پڑتی ہو، ماں باپ کا ادب کرو، اُن کے لیے دعا مانگو، اُن سے ذرا بھی اونچی آواز میں نہ بولو، چوری نہ کرو، کم مت تولو، دھوکا مت دو۔ شراب نہ پیو، زنا سے بچو، ایک منظم مربوط با ضابطہ زندگی گذارو، جو اللہ کا حق ہے اللہ کو ادا کرو جو اُس کے بندوں کے حقوق ہیں وہ بندوں کو دو۔

ایسی ہزاروں باتیں قرآن کریم میں بار بار اور طرح طرح سے کہی گئی ہیں ان میں سے کون سی بات ایسی ہے جسے آپ جھٹلا دیں گے یا یہ کہیں گے کہ اس سے بہتر یہ بات ہو سکتی ہے۔

قرآن کریم معاشیات Economics کی کتاب نہیں مگر اس میں اقتصادیات کے وہ بنیادی اصول بیان کر دیے ہیں جن میں ساری انسانیت کی صلاح و فلاح ہے۔ وہ مال جمع کرنے سے روکتا ہے۔ وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ ۝ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ۝ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗٓ اَخْلَدَہٗ[۱] مال کے خرچ کرنے کو تقویٰ اور ہدایت کی شرط بتاتا ہے: ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ۝ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝[۲] اور لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝[۳] تم نیکی حاصل کر ہی نہیں سکتے جب تک وہ چیز خرچ نہ کرو جس سے تمہیں محبت ہے اور اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ ۝[۴] جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اُسے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تمہیں موت آجائے۔ پھر معاشرے کے کمزور طبقے کے لیے زکوٰۃ مقرر کر دی اور عبادات میں اسے نماز کے بعد دوسرے نمبر پر رکھا ہے، اور یہ فرمایا کہ: فِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ

---

[۱] سورۃ الہمزۃ: ۱۰۴: ۱ [۲] سورۃ البقرۃ ۲: ۳ [۳] سورۃ آل عمران ۹۲ [۴] المنافقون: ۱۰

وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (ان کے مال میں سوال کرنے والوں اور محروموں کا حق ہے) امداد کے لیے نہایت انصاف سے مدارج مقرر کر دیے۔ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل۔ سود خوری کو مطلق حرام کر دیا جو غریب اور ضرورت مند طبقے کا استحصال Exploitation ہے۔ جوئے، لاٹری اور سٹے جیسی خرابیوں پر روک لگا دی۔ فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی بتایا اور کہا کہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

معاشرے کی خوش حالی کا راز گردشِ زر میں ہے۔ جمع کرنے کے لیے کنکر پتھر اور سونے کی ڈلیاں برابر ہیں۔ اس لیے کہ دونوں کا حکم ایک ہو گیا۔ دونوں میں کوئی منفعت نہیں۔ روپیہ تو اس وقت روپیہ ہے جب وہ آپ کی جیب سے نکل جائے اور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جاتا رہے تو اُس کو قیمت کو ضرب لگتی رہے گی وہ Multiply ہوتا رہے گا۔ ایک روپیہ اگر سو ہاتھوں میں جائے تو سو روپے کی مالیت کا ہوا، اور سو روپے اگر کسی کے پاس جمع رکھے ہیں تو انکی منفعت ایک روپیہ بھر بھی نہیں۔

اور سوچیے قرآن کریم نے گردشِ زر کا یہ حکم اُس وقت دیا ہے جب مسلمان زیادہ خوش حال نہ تھے مالِ غنیمت تو عجمی علاقوں کے فتح ہونے کے بعد آیا ہے پھر دولت کی ریل پیل ہوئی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی حالت مضبوط نہ تھی، اکثر فاقہ بھی ہو جاتا تھا۔ چند اصحابِ رسول ہی ایسے تھے جو مالی طور پر آسودہ تھے۔ اُس وقت قرآن یہ اُصول بتا رہا ہے کہ معاشرے میں خوش حالی اور فراغت لانی ہے تو مال کو جمع کر کے نہ رکھو۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی تاکید ہے کہ اکلِ حلال کھاؤ، حرام اور مشتبہ مال سے پرہیز کرو، یہ نہیں۔ جو آج ہوڑ لگی ہوئی ہے کہ جائز ناجائز کسی

لہ سورۃ المعارج : ۲۵

طریقے سے، مکاری سے عیاری سے، دھوکا دھڑی سے، بے ایمانی سے کسی صورت سے ہو دولت ملنی چاہیے[1]
قرآن نے دنیا اور دولت دنیا کو نہایت حقیر اور قلیل، فانی اور آنی جانی بتایا قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ
ہمیں چار پیسے ہاتھ لگ جائیں تو زمین پر پانو نہیں ٹکتے، اللہ ساری دنیا کی کل پونجی کو قلیل بتا رہا ہے، سچ
ہے اسی کے علم میں ہے کہ اربوں کھربوں سیاروں میں جو زمین سے بھی کروڑوں گنا بڑے ہیں کیسی کیسی
دولت دبی پڑی ہوگی۔ ہم دو چار تولے سونے چاندی کو دولت سمجھ لیتے ہیں۔

قرآن کریم سیاست Politics کی کتاب بھی نہیں۔ مگر اس میں وہ سب انسانی حقوق HUMAN RIGHTS بتا دیے ہیں جو آج ایک فیشن اور نعرے کے طور پر اچھالے جا رہے ہیں۔ قرآن نے ماں باپ کے، رشتہ داروں کے، بیوی بچوں کے، عورتوں کے، غلاموں کے سب کے حقوق وضاحت سے بتا دیے ہیں۔ دشمنوں کے لیے بھی یہ کہا ہے کہ:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۝ (المائدۃ ۸)

"کسی قوم سے عداوت تمہیں انصاف کرنے سے نہ روکے عدل کرو یہی تقویٰ سے نزدیک تر ہے"

معاہدے کی اہمیت بتائی، عہد کی خلاف ورزی کرنے والے کی مذمت کی، ساری تعلیم کا جوہر یہ ہے کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اعتدال رہے، خوش معاملگی اور انصاف رہے اللہ کے راستے میں جہاد کا حکم دیا اور اس کی بار بار تاکید کی اور کہا:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۝[2] اللہ نے مومنوں سے ان کا مال اور ان کی جانیں جنت کے

---

[1] سورۃ النساء: ۷۷ [2] سورۃ التوبہ: ۱۱۱

بدلے میں خریدلی ہیں، وہ اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں، قتل کرتے ہیں اور قتل ہو بھی جاتے ہیں۔ مگر راہِ خدا میں قتل ہونے والوں کو شہید کہا۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جب اسم فاعل فعیل کے وزن پر آئے تو اُس میں صفتِ دوام ہوتی ہے۔ شاہد گواہ کو کہتے ہیں۔ شہید کے معنی ہیں مستقل اور ہمیشہ گواہی دینے والا۔ یہ گواہی اس کی ہے کہ ہم نے جس نصب العین کے لیے اپنی جان نچھاور کی، وہ نہایت اعلیٰ، ارفع، پاکیزہ اور اللہ کا پسندیدہ ہے۔

اللہ کی راہ میں جہاد کا مطلب کیا ہے؟ دشمنانِ اسلام نے بہت شدّ و مد سے یہ پروپگنڈا کیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، بقول اکبر الہ آبادی:

یہی فرماتے رہے تیغ سے پھیلا اسلام
یہ نہ ارشاد ہوا توپ سے کیا پھیلا ہے!

اسلام اگر تلوار سے پھیلا ہوتا تو چھ سو برس تک مسلمانوں کا دارالحکومت بنی رہنے والی دہلی میں مسلمان ۱۵ فیصدی نہ ہوتے ۹۵ فیصدی یا اس سے بھی زیادہ ہوتے۔

جہاد کا مطلب ہے عملی کوشش۔ یہ تلوار سے بھی ہو سکتی ہے، قلم سے بھی، زبان سے بھی۔ جیسی جہاں ضرورت ہو۔ اس کا مقصد ہے معاشرے کو فساد سے پاک کرنا، انسانیت کو گھُن کی طرح لگی ہوئی خرابیوں سے نجات دلانا، اللہ کی طرف بُلانا، نور و ظلمت کا فرق بیان کرنا، جو طاقتور ہیں اُن سے ضعیفوں کے حقوق حاصل کرنا۔ انسانیت کو یہ بتانا کہ تمہارا مجد و شرف کیا ہے، عظمت کیا ہے، تم زمین پر اللہ کے نائب ہو۔ کسی مذہب نے عظمتِ انسان کا درس نہیں دیا، یہ صرف قرآن کا فرمان ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝[۱] اور وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا

۱۔ سورۃ التین ۴

لِآدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ (ہم نے جب فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدے میں گر گئے۔ مگر ابلیس نے انکار کیا اور اپنے کو بڑا بتایا، وہ کافروں میں سے تھا)[1]

ایک عقلِ کُل نے اپنی دانست میں بڑا معرکے کا اعتراض کیا کہ اللہ نے آدم کے پُتلے کو سجدہ کروایا یہی تو بُت پرستی ہے، میں نے عرض کیا کہ اہلِ سریانی زبان میں دیوتا کو کہتے ہیں جنھیں ہم فرشتہ یا ملک اور ملائکہ کہتے ہیں، جبرئیل کے معنیٰ ہیں بڑا دیوتا، اسی طرح اسرافیل، عزرائیل، میکائیل وغیرہ اللہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے فرشتوں یعنی دیوتاؤں کو حکم دیا کہ انسان کو سجدۂ تعظیم پیش کرو، اگر اس کے برعکس ہوتا تو وہ بُت پرستی ہوتی۔

قرآن نے انسانیت کے ہر طبقے کے لیے ہدایت کا سامان فراہم کر دیا ہے۔ اس میں بادشاہوں کے لیے فرماں روائی کے دستور بھی ہیں، فوجی جرنیل کے لیے عسکری قوانین بھی، کوئی عالم ہو، فقیہ ہو، مورخ ہو، تاجر ہو، کسان ہو، رئیسِ قوم ہو، ادنیٰ آدمی ہو، غلام ہو، باندی ہو، فلسفی ہو، سیاست داں ہو، علم الافلاک کا ماہر ہو، عابد و زاہد ہو یا فاسق و فاجر ہو، ہر فرد اور ہر قبیلہ اس کتاب سے اپنے مطلب کی باتیں اخذ کر سکتا ہے۔ اعجاز یہ ہے کہ ایک ہی آیت سے ہر سطحِ ذہن کا انسان اپنی ہمت اور فکر کے مطابق معنیٰ اخذ کر لے گا۔ مثلاً قرآن کا فرمان ہے: وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی[2] (اور زادِ راہ فراہم کرو، بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے) اگر یہاں زادِ راہ سے توشۂ آخرت مُراد لیا جائے تو وہ نیک اعمال ہیں اور تقویٰ اس کی طرف اشارہ بھی کر رہا ہے کہ پرہیزگاری یعنی حرام سے دامن بچانا ہی آخرت کے لیے سب سے اچھا توشہ ہے۔

---

[1] سورۃ البقرۃ: ۳۴ [2] البقرۃ: ۱۹۷

اگر اسے آخرت کے لیے نہیں دنیا کے لیے سمجھو تو قرآن کا ارشاد ہے کہ سفر میں جاؤ تو زادِ راہ ساتھ رکھو، اور تقویٰ بہترین توشہ ہے۔ مگر کوئی مسافر سفر میں تقوے سے پیٹ تو نہیں بھر سکتا۔ اگر یہاں عربی قواعد کی رو سے خبر مقدم اور مبتدا مؤخر سمجھا جائے تو معنیٰ یہ بھی ہوں گے کہ توشہ ساتھ لے کر چلو، اگر اچھا اور ضرورت کے بقدر زادِ راہ ساتھ ہوگا تو یہی تقویٰ ہے یعنی نہ راستے میں بھیک مانگو گے، نہ بے ایمانی یا چوری کرو گے نہ کسی کی جیب کاٹو گے۔

علامہ جلال الدین السیوطی اور جار اللہ الزمخشری کا قول ہے کہ بدیع کے محاسن میں سب سے اچھا توریہ ہے جسے ایہام بھی کہتے ہیں، اس میں ایک لفظ کے دو یا دو سے زیادہ معانی ہوتے ہیں ایک معنیٰ سامنے کے دوسرے معنیٰ بعید، جو عبارت کا سیاق و سباق (CONTEXT) بتاتا ہے، قرآن کی بلاغت کا یہ بھی خاص اسلوب ہے کہ وہ توریہ سے کام لیتا ہے جیسے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ[1] یا اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ (الغاشیۃ ۸۸)

غور فرمائیے چند الفاظ ہیں، بالکل واضح ہیں، کوئی بات مبہم نہیں مگر معانی کے اتنے پہلو تو ہم جیسے جاہل، کج فہم، ہیچ مداں کو بھی نظر آرہے ہیں وہ اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کی آنکھوں کے سامنے وحی نازل ہوتی رہتی اور جنہیں مرشدِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قول و فعل سے اس کے معانی و مطالب سمجھاتے تھے۔ انھوں نے قرآن کریم کو کیسا سمجھا ہوگا!

●

محترم حضرات و خواتین۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا مشہور شعر ہے:

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایان ‏ ‏ ‏ بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

---

[1] الحجر ۹۹

یعنی نہ اُس کے حُسن کی حد ہے نہ سعدی کی باتیں ختم ہوتی ہیں، جلندر کا مریض پیاسا مر جاتا ہے اور دریا بدستور بہتا رہتا ہے۔

"نہ سعدی را سخن پایاں" تو شیخ سعدی ہی کہہ سکتے تھے میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ موضوع ہو، قرآنِ کریم کا اعجاز اور بیان ہو مجھ جیسے عاجزِ سخن کا۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ گونگا اپنا خواب کیسے بیان کرے؟ اندھا آئینے میں کیا دیکھے؟ بہرا موسیقی سے کیسے لطف اٹھائے۔

دنیا کی مختلف زبانوں میں اب تک قرآنِ کریم کے تراجم، تفسیریں، اُس سے متعلق موضوعات پر کتابیں ایک لاکھ سے زائد لکھی جا چکی ہیں اور لکھنے والے بھی بڑے بڑے جلیل القدر علماء، ماہرینِ بلاغت، فلسفی زبان داں، فقیہ اور ادیب ہوئے ہیں۔ وہ اس کتاب کے وصف کا حق تمّہ بھر ادا نہ کر سکے تو بقول عرفی:

من کہ باشم، عقلِ کل را، ناوک اندازِ ادب
مرغ او صاف تو از اوجِ بیاں انداختہ

میں نے قرآنِ کریم کے صرف چند پہلوؤں پر سرسری گفتگو کی ہے اس کی ادبی حیثیت اور اسلوب کو نہیں چھیڑا۔ اعجاز القرآن کے مصنف قاضی ابو بکر باقلّانی کا قول ہے کہ قرآنِ کریم کی فصاحت و بلاغت کے منتہا کو عرب کے اہلِ زبان اور ماہرینِ بلاغت بھی نہ سمجھ سکے تو عجمیوں کے لیے جن کی مادری زبان فارسی یا ترکی وغیرہ ہے اس کے رموز و نکات لطائف اور باریکیوں کو سمجھنا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔

علامہ جلال الدین السیوطی نے اپنی نہایت قابلِ قدر اور جامع تصنیف الاتقان فی علوم القرآن کی دوسری جلد میں قرآنِ کریم کے بدائع کا ذکر کرتے ہوئے سَو سے زیادہ اصطلاحات بدیع درج کی ہیں جن پر علم البدائع اور فنِ بلاغت کی بنیاد ہے اور فرداً فرداً بحث کر کے بتایا ہے کہ ہر ایک کی بہترین مثال قرآنِ کریم میں موجود ہے۔

T.W. WRIGHT نے اپنی کتاب میں عربی گرامر، عروض و بلاغت وغیرہ کی زیادہ تر مثالیں قرآن کریم ہی سے درج کی ہیں۔ اگر اس موضوع کا سرسری جائزہ بھی لیا جائے تو ایک دفتر درکار ہے۔

آخری بات یہ کہ قرآن کریم نہ صرف عربی ادب کا شاہکار ہے بلکہ عربی میں آج علوم و فنون کی جتنی شاخیں بھی ہمیں نظر آرہی ہیں یہ سب قرآن ہی کے طفیل سے ہیں۔ اس کتاب نے مسلمان علماء کی ایک کثیر تعداد ہر علاقے اور ہر شہر میں پیدا کردی اور ابتدائی سات آٹھ صدیوں میں علم اور بحث و تحقیق کی وہ گہما گہمی نظر آتی ہے جس کی مثال اُس عہد کی تاریخ میں اور کہیں نہیں ملتی۔

بمبئی یونیورسٹی کا شعبۂ عربی اور اُس کے صدر ڈاکٹر شفیع شیخ نیز بمبئی کے خوش مذاق علم دوست حضرات تحسین و آفریں اور مبارکباد کے مستحق ہیں کہ اُنھوں نے اِس موضوع پر یہ دو روزہ سمینار منعقد کیا ہے۔ جس کی نظیر یونیورسٹی کے حلقوں میں اور کہیں نہیں ملتی۔ خدا کرے کہ دوسری جامعات بھی اس کا تتبع کریں اور جدید تعلیم یافتہ حلقے میں اس کتاب کے محاسن کا تعارف ہوتا رہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نثار احمد فاروقی

بمبئی۔ ۲۴ مارچ ۱۹۹۷ء

Donated By
Dr. RAJ BAHADUR GOUR

ہماری کچھ اہم مطبوعات

ازواجِ مطہراتؓ (اوّل، دوم)	حافظ افروغ احسن	۱۱۰/-
آخرت کی حقیقت قرآن کی روشنی میں	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ	۸۵/-
علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات	مولانا عبدالقیوم حقانی	۶۵/-
اسلامی تعلیمات کوئیز	ڈاکٹر محمد قاسم سیّد	۳۰/-
عہدِ نبویؐ کے نادر واقعات	علی اصغر چوہدری	۶۰/-
قرآن اور جدید علوم	ڈاکٹر نعیم احسن	۴۰/-
سیرت کوئیز	لطف اللہ گجبیر	۴۰/-
اقبال کا ذہنی ارتقاء	غلام حسین ذوالفقار	۵۰/-
اقبال فکرِ اسلامی کی تشکیلِ جدید	ڈاکٹر سیّد حسین محمد جعفری	۹۵/-
اقبال اور محبتِ رسولؐ	ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی	۴۰/-
اقبال کا تصورِ دین	پروفیسر شفیق الرحمٰن ہاشمی	۹۵/-
روزگارِ فقیر (علامہ اقبال کی سرگزشت)	سیّد وحیدالدین فقیر	۱۵۰/-
علامہ اقبال اور قرونِ اولیٰ کے مسلمان مجاہدین	سیّد عبدالصبور طارق	۷۰/-
عہدِ نبویؐ میں نظامِ حکمرانی	ڈاکٹر محمد حمید اللہ	۹۰/-
خطباتِ بھاولپور	ڈاکٹر محمد حمید اللہ	۱۲۵/-
فقہ حضرت ابوبکرؓ	ڈاکٹر محمد رواس	۶۵/-
فقہ حضرت عمرؓ	حضرت شاہ ولی اللہ	۹۵/-
دعوت و عزیمت کے روشن ستارے	آباد شاہ پوری	۵۵/-
قرآن کا تصورِ انسانیت	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۸/-
قرآن اور سائنس	پروفیسر ایم اے عظیم	۲۵/-
قرآن اور خواتین	سطوت ریحانہ	۱۵/-
قرآن کی دعوتِ فکر	مولانا محمد سعود عالم قاسمی	۱۱/-
قرآن کے فنی محاسن	سیّد قطب	۵۰/-
قرآنی آیات اور سائنسی حقائق	ڈاکٹر ہلوک نور باقی	۸۵/-
قرآن اور دعوتِ انقلاب	سیّد قطب	۶/-
قرآن مجید اور ہمارا مال و زر	علی اصغر چوہدری	۱۸/-

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

اسلامک بک فاؤنڈیشن ۱۷۸۱، حوض سوئی والان، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲